ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2021

"بوستان خیال" : ایک تجزیاتی مطالعہ

۱۔ڈاکٹر محمد رحمان، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

۲۔ڈاکٹر صدف فاطمہ، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ یونیورسٹی آف کراچی

۳۔ڈاکٹر نازیہ پروین، فیصل آباد

ABSTRACT

DAASTAAN is considered the most ancient form of Urdu Fiction . It emerges from common public gathering and reaches its zenith within no time. It starts its spells from storytelling by folk lorest and common people, when they relate stories, the audience were stunned and rounded shackled in specific spell، TILISM-E-HOSH RUBA , DAASTAAN-E-AMEER-E-HAMZA and BOSTAAN-E-KHAYAAL are the longest tales of Urdu Fiction. BOSTAAN-E-KHAYAAL is written in Persian by Mir Taqi Khayal , and it has also been translated into many languages .In this regard translation of Khawaja Aman Dehelwi is considered the most authentic and well known version . His translation is published in Taxali language of Delhi . The current study is focusses on this translated version.

کلیدی الفاظ: محمد رحمان، مطاہر شاہ، روبینہ رشید، بوستان

داستان دنیا کی قدیم اصناف سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا تعلق براہ راست عوام سے رہا ہے۔ عام آدمی اپنا وقت گزارنے کے لیے ایک دوسرے کو عجیب و غریب مافوق الفطرت واقعات سناتے تھے اور ان میں ایسے ایسے ڈرامائی انداز لاتے تھے کہ سامعین حیرت و استعجاب کی تصویر بن جاتے تھے۔ یہ واقعات زبان زد عام و خاص ہو کر قصہ کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ یہ سلسلہ صدیوں تک سینہ بہ سینہ چلتا تھا۔ قصہ کی یہی شکل داستان کہلائی۔ یہ عوامی ادب کہلاتا ہے اور داستان اسی کی ابتدائی شکل ہے۔

داستانیں ہماری بعض نا آسودہ خواہشات کی تکمیل کرتی ہیں۔ چونکہ مشرقی معاشرے میں مخصوص روایتی داستانوی رومان عوام و خواص کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتے تھے اس لیے داستان گو انہیں پہلوئوں کو زیادہ سے زیادہ ابھار کر سامعین و قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر فہمیدہ تبسم "اردو جامع انسائیکلوپیڈیا" کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> "داستان ایک طلسمی آئینہ ہے جو اپنے محیط میں آنے والی سرگرمیوں کو اپنے خاص زاویوں سے آشکار کرتا ہے۔ طویل عرصہ ہر خاص وعام کے دلوں پر راج کرنے والی اس صنف نثر کا مفہوم ہی یہی ہے جس کی اساس زیادہ تر خیال آرائی پر ہوتی ہے۔ کردار عموماً مثالی ہوتے ہیں۔ زبان میں تکلف سے کام لیا جاتا ہے۔"(۱)

دنیا میں ہزاروں لاکھوں داستانیں صدیوں سے سنائی جارہی ہیں اور دنیا کے تقریباً ہر ملک میں یہی داستانیں تھوری بہت تبدیلیوں کے ساتھ ایک ہی شکل میں رائج ہیں۔ کرداروں کے نام بدل جاتے ہیں لیکن انسانی جذبات و احساسات کی حامل یہ داستانیں ایک سی رہتی ہیں۔ ان قصوں میں یکسانیت کا سبب یہی ہے کہ انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہا تو اپنی تہذیب بھی اپنے ساتھ لے کر چلا۔ یوں داستان میں یکسانیت آ گئی۔ انہی قدیم داستانوں کو مغرب میں فیبل Fable، متھ Myth، لیجنڈ Legend اور رومانس Romance کے نام دیئے گئے۔ فیبل بیانیہ داستان کی وہ شکل ہے جس میں جانوروں اور بے جان چیزوں کے ذریعے اخلاقی درس دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ متھ مذہب اور دیومالا سے جڑے ہوئے روایتی قصے ہوتے ہیں۔ یہ قصے بظاہر سچائی اور حقیقی رنگوں سے بھرپور ہوتے ہیں لیکن عام طور پر ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ عقائد کی بیساکھیوں پر صدیوں چلتے ہیں۔ لیجنڈ کہانی کی وہ قسم ہے جس میں کسی نہ کسی حد تک تاریخی سچائی موجود ہوتی ہے۔ البتہ یہ ہے کہ قصہ گو کا تخیل ان کہانیوں میں مبالغہ آرائی کے دریا بہادیتا ہے۔ اس میں زیادہ تر بہادروں کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔ رومانس ان روایتی قصوں کو کہا گیا جن میں جنگ اور حسن و عشق وغیرہ کے واقعات کو بیان کیا گیا ہو۔ واضح رہے کہ رومانس کی کہانیوں کے لیے نظم و نثر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ روایتی حصوں کی یہ تقسیم Folk Tales کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس طرح کے قصوں کی ہزاروں برس زندہ رہنے کی وجہ ان کی عوامی مقبولیت ہوتی ہے۔ کیونکہ داستان عوام ہی کے درمیان پھلتی پھولتی اور زندہ رہتی ہے۔

ہندوستان میں لوگ کہانیوں کی روایت خاصی قدیم ہے۔ ہماری بیشتر لوک کہانیوں پر ہندوستانی لوگ کتھاؤں کا خاصا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا ویدک کے زمانے سے ہوتی ہے۔ وید، براہمن گرنتھ، اپنشد، ایران اور مہابھارت میں بہت سی ایسی ضمنی کہانیاں موجود ہیں جو صدیوں سے عوام میں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں لیکن تحریری شکل اُنہیں بعد میں ملی۔ الغرض تمام قدیم داستانیں چاہے وہ مصر، بابل، یونان یا ہندوستان میں لکھی گئی ہوں یا ان کی شکل فیبل، متھ یا لیجنڈ کی شکل میں ہوں، ایک بات سب میں مشترک ہے کہ ان کی جڑیں عوام کی ان محفلوں سے جڑی ہوئی ہیں جس میں قصہ گو قصہ بیان کرتا تھا۔ داستان گوئی کی یہ محافل ہر زبان میں اور ہر ملک میں منعقد ہوتی تھیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2021

ہماری روایتی داستانیں ہندوستان کی وسیع وعریض سرزمین کی تہذیبی پیداوار ہیں جن میں سرفہرست "رامائن" اور "مہابھارت" کے قصے ہیں۔ جن سے اس ملک کا پورا معاشرہ متاثر ہوا ہے۔ سنسکرت اس ملک کی قدیم ترین زبان ہے۔ اس زبان میں بے شمار قصہ کہانیاں موجود ہیں جو اس ملک کی تہذیب کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُردو نے بھی اس روایت سے فائدہ اُٹھایا۔ چونکہ اس کا تعلق فارسی اور عربی سے بھی تھا اس لیے اس نے ایران و عرب کی کہانیوں سے بھی اپنا حصہ لیا۔ عربی اور فارسی کی مشہور داستانیں اُردو میں ترجمہ ہوئیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ فارسی کی مشہور داستانیں ہندوستان میں زیادہ اور ایران میں کم لکھی گئیں۔ "داستانِ امیر حمزہ"، "بوستان خیال" اور "قصہ چہار درویش" وغیرہ ہندوستان ہی میں لکھی گئیں۔ ہندوستان میں داستان گوئی کا باقاعدہ آغاز اٹھارہویں صدی سے ہوتا ہے۔ اس وقت کی اہم داستانوں میں "بوستان خیال"، "قصہ مہر افروز و دلبر"، "نوطرزِ مرصع"، "نو آئین ہندی"، اور "عجائب القصص" شامل ہیں۔

"بوستان خیال" اپنی طوالت کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے مصنف محمد تقی خیال ہیں۔ خیال کے بارے میں زیادہ تفصیل معلوم نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ محمد شاہ کے عہد میں گجرات سے دلیّ آیا اور یہاں رہ کر اس نے "بوستان خیال" کی ابتدا کی۔ "بوستان خیال" محض ایک داستان نہیں بلکہ اپنے زمانے کے ہندوستان اور مغلیہ دور کی ایک اہم دستاویز ہے۔ اس میں معاشرے کی زندگی کے منفرد نمونے موجود ہیں۔ کوئی بھی داستان اپنے وقت کی تہذیب و معاشرت کے مجموعی خدوخال کے لیے اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی فن پارہ اپنے قرب وجوار سے صرف نظر کر کے نہیں لکھا جاسکتا۔

"بوستان خیال" کے مصنف محمد تقی خیال ۱۷۲۶ء سے ۱۷۳۰ء تک تلاش معاش میں سرگرداں رہے۔ دلیّ میں وہ جس جگہ رہتے تھے وہاں قریب ہی ایک قہوہ خانہ تھا۔ وہاں ایک داستان گو بیٹھتا تھا۔ خیال وہاں جانے لگے۔ ایک رات وہ نہ آیا تو خیال "بوستان خیال" کے کچھ ابتدائی اجزاء مرتب کر کے لے گئے اور سنائے۔ جو سامعین کو بہت پسند آئے۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس طرح ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک طویل داستان کا آغاز ہوا اور خیال کی داستان گوئی کی شہرت چہار دانگ پھیل گئی۔ یہ بات دلیّ کے ایک نوب مرزا محمد علی تک پہنچی۔ نواب صاحب داستان سننے کے شیدائی تھے۔ انہوں نے خیال کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو اپنے ہاں ملازم رکھ دیا۔ نواب صاحب کے بڑے بھائی مرزا محمد اسحاق نے یہ داستان محمد شاہ کے دربار میں پیش کی۔ بادشاہ کو بہت پسند آئی۔ خیال کو شاہی کتب خانے کا داروغہ مقرر کر دیا گیا اور اس داستان کو لکھنے کے لیے پندرہ کاتب زود نویس اور خوش خط مقرر کیے گئے۔ ان کی داستان "مہدی نامہ"، "اسماعیل نامہ" تک ہی مکمل ہوئی تھی کہ محمد شاہ انتقال کر گئے۔ خیال کو پھر معاش کی فکر ستانے لگی۔ اس دوران وہ مرشد آباد چلے آئے اور وہاں نواب سراج الدولہ کے دربار میں رسائی ہوئی۔ نواب کے حکم پر اس داستان کو پندرہ ضخیم جلدوں میں مکمل کیا گیا۔ داستان کی تکمیل چودہ برس میں ہوئی۔ آخر میں سراج الدولہ کی مدح میں ایک قطعہ لکھا گیا ہے جس سے داستان کی اختتام کی تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ قطعے کے مطابق یہ تاریخ ۱۱۲۰ھ بمطابق ۱۷۵۷ء بنتی ہے۔ ۱۷۶۰ء میں خیال کا انتقال ہوا۔

"بوستان خیال" فارسی میں لکھی گئی تھی اور عرصہ دراز تک گمنام رہی۔ انیسویں صدی میں اُردو زبان کو وسعت ملی تو اس کا پہلا ترجمہ عالم علی نے ۱۸۲۰ء میں "ندوۃ الخیال" کے نام سے کیا۔ بعد میں اس کے مختلف حصوں کو مہدی علی خان، ذکی مراد آبادی، شیخ علی بخش بریلوی، مرزا کاظم حسین اور اصغر علی خان نے اُردو کا جامع پہنایا۔ صغیر بلگرامی نے بھی اس کا نو چلدوں میں ترجمہ کیا اور "ہرستان خیال" نام رکھا۔ نادر علی صفی نے اٹھارہ جلدوں میں تلخیص پیش کی جو اخبار "رہبر ہند" میں قسط وار شائع ہوتی رہی۔ یاد رہے کہ یہ سارے تراجم ناقص تھے۔ ان ترجم سے اس وقت کے لوگ بھی لاعلم رہے۔ اس کا اہم اور بامحاورہ ترجمہ خواجہ امان دہلوی نے کیا جو آج تک اُردو میں مروج و مقبول ہے۔ خواجہ صاحب مہاراجہ شیوان سنگھ کے ہاں ملازم تھے وہ جب تک زندہ رہے اس کا ترجمہ کرتے رہے لیکن عمر نے وفا نہ کی اور یہ کام نامکمل رہا لیکن ان کی وفات کے بعد اس کام کو ان کے بیٹے خواجہ قمر الدین نے مکمل کیا۔

داستان کے ہیرو معزالدین اور ملکہ شمسہ تاجدار ہیں۔ اس کی ابتدا معزالدین کے اسلاف سے ہوئی ہے۔ پہلی جلد "مہدی نامہ" میں معزالدین کے اباواجداد کا ذکر ہے۔ اصل قصے کا آغاز دوسری جلد "خدائق الانظار" سے ہوتا ہے۔ معزالدین کا کردار مصر کے فاطمی خاندان کے ایک حکمران سلطان معزالدین سے لیا گیا ہے جو ۹۵۳ء سے ۹۷۸ء کے درمیان حکمران رہا۔ دیگر کردار بھی تاریخ سے لیے گئے ہیں لیکن یہ صرف نام کے ہی کردار ہیں۔ دیگر داستانوں کی طرح اس میں بھی شہزادوں اور شہزادیوں کی عشق کی بازی گریاں اور جن، دیو اور پریوں کی معرکہ ارائیاں شامل ہیں۔ داستان میں ساحر بھی ہیں اور "داستان امیر حمزہ" کی طرح چالاک عیار بھی۔ اس بارے میں ڈاکٹر سلطانہ بخش کے الفاظ یہ ہیں:

""""بوستانِ خیال" پر "داستان امیر حمزہ کی چھاپ نظر آتی ہے۔ صاحب قرانوں کا انداز وہی ہے، عیار اسی قبیل کے ہیں جن کے پاس نادر تحفے ہیں، سحر اور طلسم بھی۔ یہ داستان "داستان امیر حمزہ" سے متاثر ہے۔" (۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2021

کہانی کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ شہزادہ معزالدین شہزادی شمسہ تاجدار کی تصویر دیکھ کر فریفتہ ہو جاتا ہے اور یوں تلاش یار میں نکل جاتا ہے۔راستے میں رہنمائی اور مدد کے لیے حکیم قسطاس الحکمت موجود ہوتے ہیں۔ شہزادہ ان مہمات سے حکیم صاحب کے طلسمی لوح اور شاہنامہ ٔخورشیدی کے ذریعے نکل جاتا ہے۔ داستان کا اختتام سلطان معزالدین کے انتقال پر ہو جاتا ہے۔(۳)

"بوستان خیال""باغ و بہار"کی طرح کئی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ ہر قصہ کو مرکزی کردار یعنی معزالدین سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس داستان کا تعارف مرزا غالب کی زبانی سنیے:

"معزالدین فہروز بخت کی کشور کشائیاں، ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں، عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت افزائیاں ، ملکہ نوبہار کی رنگیں ادائیاں، جمشید خودپرست کی زورآزمائیاں،ضارمنکوس منحوس کی بے حیائیاں، مسلمین وکفار کی لڑائیاں، مسلمانوں کی بھلائیاں، کافروں کی برائیاں اسے فارسی سے اُردو میں لے آیا۔"(۴)

داستان کا پلاٹ بھی دیگر داستانوں کی طرح علم نجوم کو ذہن میں رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ کئی جگہوں پر مختلف نکات دیئے گئے ہیں جس سے داستان کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مصنف یہ نہ کرتے تو پوری داستان ایک چیستان بن کر رہ جاتی۔"بوستان خیال"میں علم نجوم کی نیرنگیوں کے بارے میں اس کے ایک مترجم مقرب حسین یوں گویاہیں:

"بوستان خیال بظاہر ایک قصہ وداستان ہے لیکن اول تا آخر اس کے ملاحظہ کرنے سے کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ کن کن علم وفنون پر گفتگو و بحث کی گئی ہے اور کیا عجائب نکات و غرائب معاملات بیان کیے ہیں اور کیسے پیرایہ علوم و تاریخی واقعات میں طلسم خانہ ٔدنیا کا پورا پورا چربہ دکھایا ہے۔"(۵)

داستان میں ستاروں اور سیاروں کی ترتیب اور وصف ایسے انداز میں بیان کی گئی ہے کہ اس کی پیش نظر اجرام واجسام ایک حقیقی دنیا معلوم ہونے لگتے ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے بہت دقیق مطالعے کے بعد یہ طلسمی نقشہ تیا کیا ہے۔ طلسم سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض تاریخی حقائق ایسے بیان کیے گئے ہیں جن کی مدد سے داستان کا تانا بانا جوڑا گیا ہے۔ مصنف سلطان معزالدین کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"روایانِ سخن آفریں و مورخان گفتار شیریں نے اس طرح بیان کیا کہ تین سو برس بعد حضرت خیر البشر کی ہجرت باسعادت سے المصنور لقوت اللہ بن احمد بن محمد سلطان اسماعیل ملک مغرب کا بادشاہ ہوا اور اس نے خاص شہر افریقہ کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ منور خان صادق البیان نے یہ حال لکھا ہے۔ سلطان اسماعیل ایسا بادشاہ عادل و بانصاف تھا کہ رعایا وسپاہ اس کی عدل وداد سے محظوظ اور شکر گزار تھی۔ عبدالعزیز مغربی جو ابوالقاسم جد کلاں اور قائم الملک جد ثانی سے شاہزادہ کی ہزیمت فاحش کھائی وہ بحال خراب ملک فرنگ میں پہنچا اور وہاں عقداس کا ایک کنیز سے کاردوس فرنگی کی وقوع میں آیا بلکہ اس نے خود مذہب عیسائی اختیار کیا۔(۶)

۔۔۔کیونکہ داستان انسان کی تخیل دنیا کی پیداوار ہے۔ جب وہ آلام و مصائب سے دور کسی فردوس کی تمنا دل میں لے کر شادمانیوں کی جستجو میں ہوتا ہے۔ داستانوں کی فضامیں انسان کی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ اس طلسم میں گم ہو جاتا ہے۔

"بوستان خیال" طلسمات کا سمندر ہے جس میں پانچ اہم ہیں۔ طلسم اجرام واجسام، طلسم سبع سباع، طلسم بیضا، طلسم حیرت کدہ آصفی اور طلسم اشراق۔ یہ پانچوں طلسمات معزالدین اور اس کے ساتھی فتح کر لیتے ہیں۔

داستان کے مرکزی کردار معزالدین اور شمسہ تاجدار ہیں۔اس کے علاوہ کئی ضمنی کردار بھی ہیں جن میں خورشید تاج بخش، بدر منیر، شاہزادی نوبہار اور ابوالحسن جوہر شامل ہیں۔ ابولحسن جوہر معزالدین کے ساتھ سایے کی طرح رہتا ہے اور ہر وقت اس کی مدد پر کمربستہ رہتا ہے۔ اس کردار کے متعلق غالب کے الفاظ یہ ہیں:

"ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔"(۷)

جوہر ایک متحرک کردار ہے۔ ہنس مکھ اور لطیفہ گو ہے۔ علاوہ ازیں دیگر چھوٹے چھوٹے کردار بھی داستان میں اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔

"بوستان خیال"میں اپنے عہد کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اس بارے میں محمد علی عرشی کے خیالات یہ ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2021

"کتاب کیا کہی ہے کہ اس زمانے کے خیالات آئینہ کر دیئے ہیں۔"(۸)

داستان میں اٹھارھویں صدی عیسوی کے ہندوستان کی سیاسی تاریخ پوری طرح مجسم ہو کر سامنے آتی ہے۔دلیؔ کی مرکزیت زوال آمادہ تھی۔ہر صوبہ انتشار کا شکار تھا۔لوگ دلیؔ چھوڑ کر فیض آباد، مرشد آباد اور دوسرے مقامات کارخ کر رہے تھے۔دلیؔ میں رہ کر عزت بچانا مشکل ہو گیا تھا۔یہی تصویر "بوستان خیال" میں ملاحظہ ہو:

"شباط نے اہل شہر کو بہت پریشان و متردد پایا یہاں تک کہ دو دو چار آدمی ہر ایک جائے باہم سرگوشی کر رہے تھے۔ایک نے دوسرے سے کہا اے بھائی اب اس شہر میں رہنے کا لطف نہیں بہت جلد اپنے قبائل کسی جائے بھیج دو تاکہ ناموس کی آبروریزی نہ ہو۔"(۹)

ہندوستانی معاشری میں مسلمانوں کی آمد کے بعد جو تبدیلیاں آئیں ان میں بہر حال ہندوستانی عناصر غالب تھے۔البتہ ایرانی اور ہندوستانی تہذیب کا ایک متحرک آمیزہ تیار ہو رہا تھا۔اس مشترکہ تہذیب کی پرچھائیاں "بوستان خیال" میں قدم قدم پر اپنی جھلک دکھا رہی ہیں۔ڈاکٹر تاراچند اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"ہندوستانی زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے اثرات پڑے لیکن یہ اثرات رسم و رواج، گھریلو زندگی، موسیقی، پوشاک ولباس، کھانے پکانے کے طریقوں، شادی بیاہ کے مراسم، تہواروں، میلوں اور مرہٹہ، راجپوت اور سکھ والیان ریاست کے درباروں کے آداب میں زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔بابر کے زمانے میں ہندو مسلمان اس طرح ملے جلے رہتے تھے کہ بابر مسلمانوں کی ہندوستانی طرز زندگی کو دیکھ کر متعجب ہو گیا تھا۔"(۱۰)

"بوستان خیال" میں رزم بزم کی معرکہ آرائیاں اپنے پورے عروج پر نظر آتی ہیں۔میدان جنگ کا بیان پوری چابکدستی کے ساتھ کیا گیا ہے۔البتہ بزم کے بیان میں اختصار کے باوجود بڑی رنگینیاں پائی جاتی ہیں۔مکالمے مختصر ہیں لیکن بہت کم مقامات ہیں جہاں یہ طویل ہیں۔دلیؔ کی رواں اور ٹکسالی زبان استعمال کی گئی ہے۔غالب جیسے صاحب زبان اپنے دوستوں کو مشورے دیتے تھے کہ اس داستان کو پڑھ لیا جائے۔لکھتے ہیں:

"یوں تصو کرو قلمروئے اُردو میں ایک قصہ دلکشاں یا ایک خانہ باغ روح افزا سر تا سر بتایا۔عبارت آرائی کو ترک کیا گویا تقریر کو پیرائے تحریر دیا۔"(۱۱)

"بوستان خیال" کی نثر میں فارسی اور عربی الفاظ کی فراوانی ہے۔جملوں کی ساخت، تراکیب، ضراب الامثال، اضافتیں اور اشعار تک میں ان زبانوں کی بہتات نظر آتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس دور میں یہی نثر چلن میں تھی۔ایک عبارت ملاحظہ ہو:

"صاحبقراں گردوں چشم اس مقام حیرت انجام میں تشریف لائے اور ہم مشتاق و آرزومند ان جمال مشرف دیدار خورشید انوار سے بہرہ اندوز ہوں تم بنظر بندہ نوازی ایک دو ساعت یہاں توقف فرماؤ۔"(۱۲)

داستان میں جگہ جگہ غالب کے فارسی اشعار کا بھی استعمال موجود ہے۔فارسی ضرب الامثال بھی جوں کے توں موجود ہیں۔مثلاً ہر فرعون راموسیٰ، قہر درویش بر جان درویش وغیرہ۔عربی جملے اور احادیث بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔الفاظ کی جمع بروزن فارسی کی گئی ہے۔جیسے مورخان (مورخ کی جمع)، روایان (راوی کی جمع)، کتابداری (بمعنی لائبریرین)، بیچارہ وار (بمعنی بے بس) وغیرہ۔پوری داستان میں فارسی کے طرز پر عبارت آرائی ملتی ہے اور استعارائی زبان کی کثرت ملتی ہے۔مثالیں ملاحظہ ہو:

"بلبل گلستان فصاحت وطوطیاں شکرستان بلاغت اس داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"وہ نقابدار ایک نازنین جہاں تھی جس نے میرے خرمن زندگی آتش حسن سے اپنے جلا دیا۔(۱۳)

"بوستان خیال" میں دلیؔ کی بامحاورہ اور روزمرہ کی زبان ملتی ہے کیونکہ خواجہ امان دلیؔ کے رہنے والے تھے۔اس داستان کی زبان میں دلیؔ کا جو چٹخارہ ملتا ہے وہ اسے "باغ و بہار" کے قریب کر دیتا ہے اور اس کا درجہ "داستان امیر حمزہ" سے بڑھ جاتا ہے۔اس بارے میں مجنوں گورکھپوری لکھتے ہیں:

"ایک ادبی کارنامہ کی حیثیت سے "بوستان خیال" کا مرتبہ "داستان امیر حمزہ" سے بلند تر ہے کیونکہ اس کے اسلوب اور زبان میں ادبی خصوصیات زیادہ ہیں"۔(۱۴)

"بوستان خیال" میں محاورات وضرب الامثال کا ایسا خوبصورت استعمال ملتا ہے جیسے ایک لڑی میں موتی پروئے گئے ہوں۔دلی کی ٹکسالی زبان ہو اور محاورت وضرب الامثال کا بھرپور استعمال ہو تو زبان کا چٹخارہ تو مزہ دے گا ہی۔یہی وجہ ہے کہ اس داستان میں جا بجا خوبصورت محاورات وضرب الامثال اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔چند مثال دیکھیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2021

"معاملات طلسم میں حضور کو ہدایت کرنی گویا لقمان کو سبق دیناہے۔"

"تم کو میوہ کھانے سے غرض ہے یا درخت شماری سے۔"

"یہ گل آپ کا کھلایا ہوا ہے۔"(۱۵)

"بوستان خیال"میں بھی دیگر داستانوں کی طرح ایک مخصوص طبقہ کی نمائندگی ملتی ہے اور وہ تمام تہذیبی الفاظ شامل ہیں جو درباروں سے وابستہ رہے ہیں۔مثلادربار میں ثروت واحتشام،شان وشوکت،امیر ووزیر،جاہ ومرتبت،اور دیوان خاص و عام شامل ہوئے۔دربار سے وابستگی کے ساتھ آداب بھی آئے۔ جیسے مجرہ، سلام،تسلیم و کورنش ، تعظیم وغیرہ۔بادشاہ تخت پر بیٹھاتو جلوس فرمایا، جلوہ افروز ہو،اسریر جہاں بانی پر جلوس کیا،مسند سلطنت پر متمکن ہوا وغیرہ۔بادشاہ کے لیے احتراماًجہاں پناہ، ظل سبحانی اور آیہ رحمت ربانی جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔سلطنت سے متعلق مختلف اراکین وعمائدین کے نام استعمال میں لائے گئے ہیں۔ جیسے وزیراعظم ،میر عرض ،میر منشی،میر بحر ، قلمدار،دروغہ قورخانہ،میاہ سبان دروغہ فراش خانہ ،قاضی، قاضی القضاۃ،کوتوال ،چوبدار اور حاجب اغیرہ۔شاہی فوج سے وابستہ الفاظ جیسے سپہ سالار،علمدار،برق انداز،ہراول،میمنہ، میسرہ، قلب،آتش بار،نقارچی،نقیب،ترکش،سپر،زرہ وغیرہ۔بادشاہ کی حرم سرا سے متعلق الفاظ جیسے محل سرا، آرام گاہ،ملکہ،بیگم،خواص ،کنیز ،لونڈی،باندی،خواجہ سرااور دایہ وغیرہ کے الفاظ بھی اسی عہد کا عطیہ ہیں۔رسومات کے لیے مخصوص الفاظ جسے ولادت کے بعد عقیقہ ،چھٹی،دودھ بڑھائی،سالگرہ،مکتب نشینی اور شادی کے وقت کے الفاظ جیسے نسبت،منگنی،سہرا،مائیوں بٹھانا،آئینہ مصحف ،رونمائی اور رخصتی زبان کا حصہ بن گئے۔بڑوں اور بزرگوں کے لیے عقید تمندانہ الفاظ جیسے قدمبوسی،نیاز مندی ،نیاز،نیاز مند،شرف ،نمک خوار،پیرومرشد ،خاکسار،خادم اور بندہ نواز جیسے الفاظ شامل ہوئے۔اسی طرح زیورات اور کھانوں کے سینکڑوں نام ایک مخصوص تہذیب کی نمائندگی کرتے ہیں (۱۶)

الفاظ کے استعمال کے مختلف قرینے طبقاتی تقسیم کو عیاں کرتے ہیں۔بادشاہوں کی گفتگو میں مستعمل الفاظ کچھ اور جب کہ بزرگان دین سے مخاطب ہونے کے لیے مختلف لفاظ بولے جاتے ہیں۔خواتین اور مردوں کی گفتگو کا اختلاف اظہر من الشمس ہے۔ معلم اور طالب علم کا انداز مختلف ہوتاہے۔علاوہ ازیں دوسرے طبقات کی زبان کا بھی اپنا ایک مخصوص اندازہے۔مثلاًکفار کی زبان عامیانہ وبازاری ہے جس میں کہیں کہیں گالیاں بھی ملتی ہیں۔

الغرض"بوستان خیال"میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ایک داستان میں ہوناچاہئے۔یہ داستان اپنی طوالت کے باوجود گراں نہیں گزرتی۔اس میں دلی کی زبان کا چٹخارہ بھی ہے اور چاشنی بھی۔اس میں ہندوستانی کلچر پوری طرح رچاہوا ہے۔

حوالہ جات

(۱)زاہد حسین انجم"اردو جامع انسائیکلوپیڈیا"جلد اول بحوالہ "اردو داستان: تجزیاتی مطالعہ "ازڈاکٹر فہمیدہ تبسم، مشمولہ "آرٹس اینڈ لٹرز"اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور،شمارہ۲۰۱۶،۱۶ء،ص۱۳۵

(۲)ڈاکٹر سلطانہ بخش"داستانیں اور مزاح"،نیشنل بک فائونڈیشن اسلام آباد،۲۰۱۱ء،ص۱۲۹

(۳)ڈاکٹر ابن کنول"داستان سے ناول تک"ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔نومبر ۲۰۰۱ء۔ص۱۴۸

(۴)ایضاً۔ص۱۴۹

(۵)کاشف الاسرار از مقرب حسین۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۰

(۶)خدائق الانظار(بوستان خیال جلد دوم)ترجمہ امان دہلوی۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۰۔۱۵۱

(۷)خدائق الانظار(بوستان خیال جلد دوم)ترجمہ امان دہلوی۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۲

(۸)خدائق الانظار(بوستان خیال جلد دوم)ترجمہ امان دہلوی۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۳

(۹)شمس الانوار(جلد چہارم)ترجمہ امان دہلوی ص ۳۶۴۔بحوالہ ایضاً۔ص ۱۵۳

(۱۰)صباح الدین عبدالرحمن،مرتبہ "ہندوستان کے عہدوسطی کی ایک جھلک"ص۴۱۳۔بحوالہ "داستان سے ناول تک" ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۳

(۱۱)غلام رسول مہر مرتبہ خطوط غالب ص۳۳۷۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۵۵

(۱۲)خواجہ مان دہلوی مترجم"بوستان خیال"جلد پنجم ص ۱۵۰۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۸۷

(۱۳)خواجہ مان دہلوی مترجم"بوستان خیال"۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۹۱

(۱۴)مجنون گورکھپوری،"افسانہ اور اس کی غایت"،ص ۲۲۴۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۹۲۔۱۹۳

(۱۵)خواجہ امان دہلوی،مترجم"بوستان خیال"۔بحوالہ "داستان سے ناول تک"ازڈاکٹر ابن کنول۔ص ۱۹۴

(۱۶)ڈاکٹر ابن کنول،کتاب مذکور۔ص ۱۹۷